Lesson 2: Nahl (Ayaat 22- 40): Day 7 سُوۡرَةُ النَّحل کی تفسیر

ایسے لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں،

قَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَاَتَى اللّٰهُ بُنۡيَانَهُمۡ مِّنَ الۡقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيۡهِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَاَتٰٮهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

اِن سے پہلے بھی بہت سے لوگ (حق کو نیچا دکھانے کے لیے) ایسی ہی مکاریاں کر چکے ہیں، تو دیکھ لو کہ اللہ نے اُن کے مکر کی عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی اور اس کی چھت اوپر سے ان کے سر پر آ رہی اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جدھر سے اس کے آنے کا اُن کو گمان تک نہ تھا۔

اب نبیؐ کو تسلیاں دی جارہی ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب نبیؐ کے خلاف بہت پر اپیگنڈے تھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اسلام ختم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو مکر کہا۔ سوچی سمجھی سکیم تھی کہ نبیؐ اور قرآن کے خلاف ایسے منفی جملے بولیں کہ لوگ اس سے رُک جائیں۔ اللہ کہتے ہیں کہ ان کا یہ مکر کوئی نیا نہیں۔ یہاں مکر سے مراد دین کے راستے سے روکنا ہے۔ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ سے مراد کفارِ مکہ سے پہلے کے لوگ۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ اور انکی قومیں۔ اسی طرح نمرود، مچھر کے کاٹے سے مارا گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ ان کی مکاریوں کے جال ان کے اپنے اوپر گر پڑے اور وہ ایسے کٹے کہ ان کی جڑ کٹ گئی۔ نبیؐ نے جب کلمۂ حق بلند کیا، لوگوں کو جمع کیا، کھلایا پلایا پھر بات شروع کی۔ آپؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا، لوگو! میں تمہیں ایک بات کہوں اور توحید کی دعوت دی، تو جو بڑے سردار تھے، آپؐ کے چچا اور کچھ اور بڑے لوگ، وہ کھڑے ہوئے اور غصے میں پاوں پٹختے ہوئے چلے گئے اور کہنے

لگے کہ کیا اس شخص نے سارے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ آپکا چچا ابو لہب کھڑا ہوا اور کہا، "تبت یدا آک محمد" (نعوذ باللہ) اے محمد ﷺ آپکے ہاتھ ہی ٹوٹ جائیں۔ اللہ نے کہہ دیا تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ﴿۲﴾۔ اللہ کہتے ہیں کہ فَخَرَّ عَلَیۡهِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ ان کی تو چھتیں ایسی اُلٹی پڑیں کہ تباہ ہو گئے۔ ابو لہب جب مرا تو طاعون کی گلٹی سے مرا تھا۔ اُس دور کے لوگوں کے خیال میں اچھوت کی بیماری تھی۔ کئی دن تک اس کی لاش پڑی رہی۔ اس کے بچے بھی اس کے پاس نہیں آرہے تھے کہ کہیں اس کی بیماری ہمیں نہ لگ جائے۔ آخر جب لوگوں نے باتیں کیں تو چھڑیوں سے دھکیل کے اس کی لاش کو ایک گڑھے میں پھینکا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ یہ ہے فَخَرَّ عَلَیۡهِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ؛

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو کیا یہ نہیں پتا کہ پچھلی قوموں کے ساتھ کیا ہوا۔ صدوم اور عمورہ نام کی بستیاں تھیں۔ سورۃ ھود آیت 82 میں آتا ہے فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا۔ سورۃ رعد آیت سات میں آتا ہے وَّلِکُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔ اگر آج ہم متحدہ ہندوستان کو دیکھیں تو انبیاء اور رُسُل کے آنے کے آثار وہاں بھی ملتے ہیں۔ ہریانہ اور حصار جیسے

علاقوں کو دیکھیں تو وہاں سیاہ رنگ کے بڑے بڑے ٹیلے موجود ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ کبھی ان پہاڑوں پر آگ لگی تھی۔ کھدائی کے دوران ایسے آثار ملتے ہیں کہ جس سے پتا چلتا ہے کہ یہاں کبھی پر رونق بستیاں آباد تھیں۔ لوگوں نے نبیوں کی نافرمانیاں کیں، اللہ کے عذاب نے اُن کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اسے طرح لاوے کی بارش ہوئی، پوری بستی لاوے میں جل گئی۔

"سرسوتی" نام کا ہندوستان میں ایک بہت بڑا دریا ہے، اُس کو مقدس جانا جاتا ہے۔ دریائے گنگا تو بہت بعد کی چیز ہے۔ سرسوتی تو بہت پہلے کا ہے لیکن آج وہ نہیں ہے، کہاں گیا، کسی کو پتا نہیں۔ اس زمین و آسمان پہ کیا کیا ہو چکا، ہمیں کچھ پتا نہیں۔ اللہ کہتے ہیں وَآتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ایک اور عذاب آیا جس کا اُن کو اندازہ ہی نہیں تھا اور وہ یہ تھا کہ ان کی اولادیں مسلمان ہو گئیں۔

اللہ کے نبی ؐ کو جھٹلانے والے اکثر کافروں کی اولادیں مسلمان ہو گئیں۔ ابو جہل کی اولاد، عکرمہ ابو جہل۔ ولید، بہت بڑا دشمن تھا اور خالد بن ولید اُن کے بیٹے مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح عُتبہ، شیبہ، ان کی نسلوں میں اسلام آ گیا۔ اللہ کہتے ہیں کہ ان کو وہاں سے عذاب ملا جہاں ان کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ آج بھی یہی ہو گا۔ وہ لوگ جو اسلام کے دشمن ہیں اُنکی نوجوان نسل اسلام سے متاثر ہو رہی ہے۔ میڈیا کا رُخ اسلام کے خلاف ہے اور لوگوں کا رُخ اسلام کی طرف ہے۔ لفظ فَخَرَّ کو اگر علامتی طور سمجھیں تو مطلب یہ کہ اُنکی تعداد کم ہو گئی۔ اُنکے مقاصد پورے نہ ہوئے اور ایسے لوگ دنیا میں تو رسوا ہوئے لیکن آخرت میں انکا کیا حال ہو گا اب اُسکا ذکر ہے۔ ابھی تک ہم نے اللہ کو جھُٹلانے والوں کو انجام دیکھا۔

بنیادی طور ہر ہم پورے سبق میں دو گروہوں کا تقابل دیکھیں گے۔ ان میں سے ابھی تک ایک گروہ کا انجام بتایا گیا۔ بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کو نہ مانا اور اللہ سے اُس طرح محبت نہ کی جیسے کرنی چاہیئے تھی اور اسلام کے خلاف ایسی باتیں کیں کہ جس سے دوسرے بھی پیچھے ہٹیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا انجام بتایا کہ دنیا میں بھی رسوا ہوئے۔ اب ایسے لوگوں کی کچھ باتیں قیامت کے بارے میں؛

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ ﴿۲۷﴾

پھر قیامت کے روز اللہ اُنہیں ذلیل و خوار کرے گا اور اُن سے کہے گا "بتاؤ اب کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے لیے تم (اہل حق سے) جھگڑے کیا کرتے تھے؟" جن لوگوں کو دنیا میں علم حاصل تھا وہ کہیں گے "آج رسوائی اور بدبختی ہے کافروں کے لیے"

کہا گیا کہ قیامت کے دن وہ رسوا ہوں گے، اس میں بھی شدت ہے۔ جس کے پیچھے اللہ تعالیٰ لگ جائیں، اُس کا کیا حال ہو گا، اسکو ہر ایک سوچ سکتا ہے۔ وَيَقُوْلُ وہ فرمائے گا، اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ کہاں ہیں میرے وہ شریک جو كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ جن کی خاطر تم جھگڑتے تھے۔ یعنی میرے وہ شریک کدھر ہیں جن کی تم بڑی حمایت کرتے تھے، اور تم اہلِ حق سے اُن کے معاملے میں جھگڑے بھی کرتے تھے۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہیں گے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا کہ، اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ آج کے دن کی رسوائی اور بدبختی یقیناً بدبختوں کافروں ہی کے لیے ہے۔ یہ قیامت کے دن کی باتیں ہیں۔ ساری زندگی اپنی مرضی کرتے رہے۔ دنیا میں اُنہیں اسلام پہ عمل کرنے کی رسوائی برداشت نہ تھی۔ کیوں کہ عموماً جب انسان دنیا میں اللہ کی بات مانتا ہے تو شیطان اُس کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ پھر تم معاشرے سے پیچھے رہ جاوگے، سکارف لے کے عمر سے بڑی لگوگی۔ داڑھی رکھ لی تو عجیب لگوگے۔

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں کوئی بات نہیں۔ اُنہوں نے دنیا میں دنیاوی اعتبار سے عزت اور ذلت کا معیار دیکھا، قیامت کے دن اللہ ان کو حقیقت میں رسوا کرے گا۔ اللہ انہیں دوزخ میں ڈال کر رسوا

کرے گا۔ سورہ آلِ عمران کے آخری رکوع میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ "رب جس کو تو نے آگ میں داخل کیا اس کو تو نے رسوا کیا" تو پتہ چلا کہ قیامت کے دن کی سب سے بڑی رسوائی یہ ہے کہ اسے آگ میں ڈالا جائے گا۔

دنیا میں بھی اگر دیکھیں تو غلط کام کرنے والے جیل میں جاتے ہیں اور ایسے لوگوں کا معاشرے میں کوئی خاص مقام نہیں ہوتا۔ تو ایسے لوگ جو آگ میں ڈالے جائیں گے ان کا کیا مقام ہو گا اور اس کی وجہ یہ ہے کُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کن کو شریک بناتے تھے۔ تو جن کی حمایت میں یہ جھگڑتے تھے۔ یہ ہر قسم کے وہ شریک ہو سکتے ہیں جن سے یہ مرعوب تھے۔ اگر بُت صرف لکڑی یا پتھر کا ہوتا تو شرک کو سمجھنا بہت آسان تھا لیکن جب اس کو کھلے معنوں میں دیکھتے ہیں تو بہت سارے شریک نظر آتے ہیں۔ وہ تمام ایجادات جن سے تم مرعوب تھے، وہ سارے علوم جن سے تم بہت متاثر تھے۔ آج کی سائنس ایک خاص حد تک اللہ کی شریک بن جاتی ہے۔ اپنی دنیاوی ترقی پہ تمہیں مان تھا، قرآن سے زیادہ تمہیں دنیا کی چیزیں پسند تھی۔ اللہ پوچھیں گے کُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ، اللہ پوچھیں گے کہ تم جن کے معاملے میں جھگڑتے تھے۔ لفظ 'تشاق' شقاق سے ہے۔ ش،ق،ق اس کا روٹ ہے۔ 'شق' اردو میں ایک لفظ سنتے ہیں، قبر شق ہو گئی۔ یہ وہی لفظ ہے۔ کسی سے ضِد میں الگ ہونا ، مخالفت، رقابت، جیسے دو دھڑے بن جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ تم اسلام سے کٹے کٹے رہتے تھے، آج وہ ساری ترقیاں کدھر ہیں، لیکن کوئی جواب نہیں ہو گا۔ اس وقت تک نہ لکڑی کے بُت سامنے آئیں گے نہ کوئی اور تو قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اور کہیں گے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا۔ یہ کون سے لوگ ہیں جو وہاں جا کر گواہیاں دیں گے۔ کیا یہ اہل جہنم میں سے ہوں گے ؟

اس کا جواب ہے 'نہیں'، یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں لوگوں کو اللہ کی کتاب کی دعوت دیتے تھے۔ جنہوں نے لوگوں کو کہا تھا کہ تم علم حاصل کرو تا کہ تمہاری زندگی سے شرک نکل جائے۔ تمہیں اللہ کی قدر آجائے۔ وہ وہاں کھڑے ہو کر کہیں گے کہ تمہیں آج پتہ چلا، تم نے اس کو نہ مانا۔ آپ ایک خاص بات نوٹ کریں کہ جہاں بھی کسی خاص گواہی کا ذکر ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ علم والوں کی گواہی دلواتے ہیں۔ جیسے سورہ آل عمران میں بھی پڑھ چکے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالۡمَلٰٓٮِٕكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ ۙ تو علم والوں کی بنیاد پہ گواہی دینے کی بات کی۔ پتہ چلا کہ قیامت کے دن بھی وہی لوگ اس حقیقت کو پہنچیں گے جن کے پاس علم تھا۔ ہو سکتا ہے ایسے لوگ بھی ہوں جنہوں نے علم کو لیا لیکن عمل نہ کیا۔

اِنَّ الۡخِزۡىَ الۡيَوۡمَ وَالسُّوۡۤءَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۙ لیکن آج کے دن کی رسوائی اور بد بختی برائی ہر چیز ان کافروں کے خلاف ہے۔ سب سے پہلے ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے ہمیں ظاہری کفر سے بچایا ہوا ہے۔ اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ آخری دم تک ایمان اور اسلام پر رکھے۔ آپ کافر کے ناطے سے سوچیئے۔ جیسے اللہ تعالی کہتے ہیں کہ کافر پر قیامت کا دن بہت مشکل گا۔ دنیا میں چھوٹی چھوٹی چیزوں پر گھبرا جاتے ہیں، لیکن وہاں ایسا نہیں ہو گا۔ کافر کا وہاں کیا حال ہو گا۔ جہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ آپ سوچیں کہ اگر جنت میں جاکے بھی اللہ یہ جذبہ دل سے نہ نکالے، تو جنت میں بھی دل کڑھتا ہی رہے اور یہ جو پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارے شریک کدھر گئے یہ بھی ایک رسوا کرنے کا انداز ہے۔ پھر پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تم کیا کر کے آئے ہو۔ اب ایسے لوگوں کی موت کا ذکر ہے۔ شروع سے ایک ہی سبق چل رہا ہے جھٹلانے والے منکر ہیں۔ آخرت کو نہیں مانتے، اللہ سے پیار نہیں کرتے، تکبر ہے۔

یہ ایسے لوگوں کی قیامت کے دِن کی باتیں تھیں۔اب خاص طور پر ان کی موت کا وقت بیان کیا جارہا ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

ہاں، اُنہی کافروں کے لیے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے جب ملائکہ کے ہاتھوں گرفتار ہوتے ہیں تو (سرکشی چھوڑ کر) فوراً ڈگیں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں "ہم تو کوئی قصور نہیں کر رہے تھے" ملائکہ جواب دیتے ہیں "کر کیسے نہیں رہے تھے! اللہ تمہارے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

اصل میں یہ لفظ "ظالمین تھا"۔ عربی زبان میں لفظ کی آخری 'ن' گر جاتی ہے جب وہ آگے جا کر "مضاف" بن جاتا ہے۔ مضاف کی وجہ سے 'ن' گرنے سے ظَالِمِيْٓ رہ گیا۔ یہ اپنے نفسوں کے ظالم تھے۔ ان کا سب سے پہلا ظلم یہ تھا کہ شرک کرتے تھے اور شرک ظلم عظیم ہے۔ اللہ کی یاد کے بغیر جینا ظلم، نہ اللہ کی یاد ہے نہ آخرت کی یاد، نہ نیکی سے رغبت ہے نہ گناہ سے نفرت ہے۔ دنیا کی عیش مستی میں مگن ہیں۔ صرف نفس کو پوجتے رہے اور اتنے میں اچانک موت کا فرشتہ آگیا۔ فرشتے آئیں گے موت پیش کریں گے ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ سلام پیش کریں گے۔ سَّلَم اطاعت پیش کریں گے۔ تو یہ کہیں گے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ کہ ہم تو کوئی برے کام نہیں کرتے تھے۔

تو فرشتے کہیں گے بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے تھے۔ بہت زبردست آیت ہے۔ ان کو جھوٹ کی عادت تھی۔ دنیا میں اپنے غلط کام کو دوسروں پر

تھوپ دیتے تھے۔ چونکہ دنیا میں جھوٹ بولنے کی عادت تھی تو موت کے فرشتوں کو دیکھ کر بھی جھوٹ بول دیں گے کہ ہم غلط کام نہیں کرتے تھے۔ سب سے پہلے لفظ سَّلَمَ کو دیکھیں گے۔ سَّلَمَ بہت ذو معنی لفظ ہے۔ عربی زبان میں لفظ سَّلَمَ صلح کو کہتے ہیں۔ یعنی سب سے پہلے صلح پیش کریں گے، پھر عاجزی، سپرد کر دینا، فرمانبر داری کرنا، اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہتھیار ڈال دینا کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنی ایسے لوگ موت کے فرشتے کو دیکھ کر بھیگی بلیاں بن جائیں گے۔ بہت نیک بننے کی کوشش کریں گے اور یہ محسوس کروائیں گے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اور جب وہ دیکھیں گے کہ بات نہیں بنی، انہوں نے تو ہمیں گھاس نہیں ڈالی، تو فوراً پینترا بدل کر کہہ دیں گے کہ ہم نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا اور اس طرح اپنی جان بچانے کی کوشش کریں گے۔

سورہ انعام میں بھی ہم پڑھ چکے ہیں کہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ' اللہ کی قسم ہم تو مشرک تھے ہی نہیں۔ منافق اور کافر جھوٹا ہوتا ہے یہ ساری آیات عذاب قبر کی دلیل ہیں۔ کچھ لوگ بحث کرتے ہیں کہ قرآن میں کہاں عذابِ قبر کا ذکر ہے، تو اللہ کہتے ہیں یہ ہے عذابِ قبر کا ذکر۔ ان لوگوں کو جب یہ سب کچھ بتا کر کہا جائے گا کہ اللہ کو تمہارے سب اعمال کا پتہ ہے تو پھر فرشتے ان سے کہیں گے۔

فَادْخُلُوٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ اب جاؤ، جہنم کے دروازوں میں گھس جاؤ وہیں تم کو ہمیشہ رہنا ہے" پس حقیقت یہ ہے کہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے متکبروں کے لیے۔

یہ عذابِ قبر ہے۔ یہ کون سے جہنم کے دروازے ہیں، تو حدیث میں آتا ہے کہ قبر جہنم کا ایک دروازہ ہے۔ موت کے وقت انسان کو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قبر جہنم کے

گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے جنت کے گڑھوں سے میں سے بھی ایک گڑھا ہے۔ تکبر کرنے والوں کو جہنم کے گڑھے میں پھینکنے کی بات کی جا رہی ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں قبر کے عذاب کا ذکر کہاں ہے۔ ان سے چند باتیں پوچھی جا سکتی ہیں کہ قرآن میں میت کو دفنانے کا طریقہ کہاں ہے۔ جس ہستی نے قبر کے باہر کے مراحل بتا دیئے اسی ہستی نے قبر کے اندر کے مراحل بھی بتا دیئے قبر کے عذاب کے بارے میں بہت واضح احادیث ہیں۔

امام ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ موت کے بعد فوراًان کی روحیں جہنم میں جاتی ہیں اور ان کے جسم قبر میں رہتے ہیں اور اللہ تعالی اپنی قدرت کے ساتھ جسم اور روح کے تعلق کو اس طرح سے پیش کرتے ہیں کہ انہیں صبح و شام ایسے لگتا ہے کہ ہم آگ کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں۔ جب اصل قیامت برپا ہو گی تو ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹ آئیں گی، اور یہ ہمیشہ کے لیئے جہنم میں رہیں گے۔ عذابِ قبر برحق ہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ مُردوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے تو تم اپنے مردوں کو دفنانا چھوڑ دو، تم بستروں سے لذت لینا چھوڑ دو، تم جنگلوں میں بھاگ جاؤ۔ "عالم برزخ" قبر کا دور ہے۔ قرآن میں ایک سے زیادہ جگہ اس کے اشارے موجود ہیں، کہ موت کی آخری ہچکی سے لے کر قیامت کے وقت اٹھنے تک کو برزخ کا وقت کہا جاتا ہے۔ وہاں انسان کی روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کو تو قبر بھی نصیب نہیں ہوتی، کچھ تو جلا دیتے ہیں، کچھ ڈوب جاتے ہیں۔ قبر کا معاملہ روح کا معاملہ ہے۔ حدیث کو سمجھے بغیر قرآن کی آیتوں کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایسے لوگوں نے کیا پایا، جہاں سے چلے تھے وہیں پہنچ گئے۔ ساری زندگی اللہ کی نافرمانیاں کیں، کچھ نہ پایا۔ قرآن پڑھنے کے بعد جو سوچ انسان کو تنگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وقت اتنی تیزی سے گزر رہا ہے کہ ہفتوں

اور دنوں کا احساس ہی نہیں رہتا۔ ہماری زندگی کا ہر دن کم ہو رہا ہے۔ اپنی زندگی کی اُلٹی گنتی گننا شروع کر دیں۔ 60 سال ایورتج رکھیں، وہ بھی اگر جیئے تو پھر۔ کیلنڈر پر تاریخ بدلتے ہوئے یہ سوچا کریں کہ میری زندگی کا ایک اور دن کم ہو گیا۔ ہر دن سوچا کریں کہ اس دن میں اللہ کا کتنا قرب پایا، کتنی نافرمانیاں کیں، کتنا گناہوں سے بچنے کی کوشش کی، کتنی نیکیاں کی تھیں۔ صرف جینا ہی سب کچھ نہیں، زندگی میں کھانا پینا اور جینا ہی سب کچھ نہیں ہے اگر زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے تو زندگی تو بس سیدھی سی گزر رہی ہے۔ ایک مشین کی زندگی ہے۔

جو ایک اللہ کو نہیں مانتے ان کو اس چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس کو ایمان کی دولت نہیں ملی وہ چاہے دنیا کا بادشاہ بن جائے اس نے کچھ نہیں پایا۔ بڑے بڑے لوگ دنیا سے چلے گئے۔ اگر کسی کو کفر پہ دنیا کی دولت پاتے ہوئے دیکھیں تو دل دھڑکتا ہے کہ اے اللہ تو اس سے آدھی دولت دے دیتا، لیکن ساتھ ایمان کی دولت بھی دے دیتا۔ یہ وہ ایک کردار ہے جس کے بارے میں انسان کو اپنی فکر کرنی ہے۔ ان آیتوں کو پڑھتے ہوئے آپ جو اپنے دل میں درد محسوس کر رہے ہیں اس درد سے دعا کیجئے اللہ مجھے کسی کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ ایسے لوگ دور نہیں ہوتے ہمارے اپنوں میں ہی ہوتے ہیں۔ تو آج سے یہ نیت کریں کہ اے اللہ جو قرآن سے دور ہیں، اسلام سے دور ہیں، مجھے اُن کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

تو یقین کیجئے ہمارے اندر کام کرنے کا ایک نیا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ آیت 30 تا 40 ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ جن لوگوں کو اللہ دنیا میں دوسروں کی ہدایت کی تڑپ اور فکر لگا دیتا ہے تو ان کے ساتھ موت کے وقت کیا حال ہو گا؟